برزخی زندگی

ایک حقیقت

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید:۔

من عمل صالحا من ذکرا وانثی وھو مومن فلنحیینہ حیاۃ طیبۃ (پ۱۴۔سورۃ نحل)

جو شخص نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔

اور یہ زندگی دنیاوی زندگی ہے یا اخروی یا برزخی یعنی قبر کی زندگی ہے تینوں قول ہیں۔ (روح المعانی)

لہٰذا اگر اس زندگی سے برزخی زندگی مراد ہو تو معنی یہ ہوگا کہ جو مومن نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو قبر میں پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔

زاں بعد آپ حضرات کے سامنے دو نظریے پیش کر رہا ہوں:۔

ایک نظریہ یہ ہے کہ ولی، غوث، قطب، ابدال جو مر جاتے ہیں وہ فنا ہو جاتے ہیں ان کی قبریں مٹی کا ڈھیر رہ جاتی ہیں ان کی قبر پر مراد لے کر جانا ان سے مرادیں مانگنا یہ سراسر شرک ہے اور بے فائدہ ہے کیونکہ یہ لوگ مر کر مٹی ہو گئے ہیں۔

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ یہ اللہ والے جنھوں نے ایمان کے ساتھ نیک عمل کئے ان کو ان کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا فرمان کے مطابق قبر میں پاکیزہ زندگی عطا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے زندہ ہیں، سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں باذن اللہ آتے جاتے ہیں اپنے متوسلین کی مدد بھی کرتے ہیں۔

زاں بعد میں آپ کے سامنے چند واقعات پیش کرتا ہوں آپ یہ واقعات سن کر اپنے دل سے خود فیصلہ کریں کہ کون سا نظریہ درست ہے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ اولیاء کرام واقعی مر کر مٹی ہو گئے ہیں تو ان کے مزارات پر جانا ترک کر دیں کیونکہ مٹی کے ڈھیر سے کیا حاصل ہوگا۔ لیکن اگر یہ واقعات سن کر آپ کا دل گواہی دے کہ یہ اولیاء کرام مندرجہ بالا قرآن پاک کے فرمان کی رو سے زندہ ہیں تو ان کے مزارات پر حاضری دینی چاہئے ان سے فیض حاصل کرنا چاہئے۔

﴿ واقعہ نمبر 1 ﴾

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں اور علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے ایک پاکباز خاتون کا واقعہ تحریر فرمایا ہے جو کہ تفسیر روح البیان سے نقل کیا جارہا ہے۔

ایک نیک خاتون پاکباز تھی وہ فوت ہوگئی تو اس علاقہ میں ایک کفن چور تھا وہ رات کو اُٹھا اس پاکباز خاتون کی قبر پر گیا مٹی نکالی اور اینٹ اُٹھائی کفن کو پکڑ کر کھینچا لیکن کفن کھنچتا نہیں تھا اس نے دوزانوں ہو کر کفن کو کھینچنا شروع کیا اور ساتھ ہی کفن چور کہہ رہا تھا دیکھتے ہیں کون کامیاب ہوتا ہے جب وہ کفن کو کھینچنے لگا تو اس پاکدامن خاتون نے ہاتھ اُٹھا کر اس کفن چور کے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا اور اس کفن چور کے چہرہ پر پانچوں انگلیوں کے نشان پڑ گئے۔ کفن چور نے وہیں پر سچی توبہ کی۔ یا اللہ میں آئندہ یہ کام ہرگز نہ کروں گا پھر اس نے اینٹیں لگا کر مٹی ڈال کر قبر برابر کی اور گھر آ گیا پھر وہ نمازیوں کے کپڑے پہن کر فجر کی نماز کیلئے مسجد میں آیا نماز کے بعد حضرت خواجہ ابو اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا درس سنا بلکہ وہ روزانہ مسجد میں آتا اور نماز کے بعد درس سن کر جاتا لیکن وہ اپنا چہرہ چھپائے رکھتا کچھ عرصہ گزرا تو حضرت خواجہ ابو اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اے دوست تو ہم سے محبت بھی کرتا ہے ہماری مجلس میں بھی بیٹھتا ہے لیکن تو ہم سے چہرہ کیوں چھپائے رکھتا ہے اس نے عرض کیا حضور! اگر آپ امان عطا کریں تو میں وجہ بتا دیتا ہوں آپ نے فرمایا تیرے لئے امان ہے اس نے ساری کہانی سنا دی کہ میں نامی گرامی کفن چور تھا اور اس پاکدامنہ کے طمانچے کا واقعہ بیان کر کے اس نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو حضرت خواجہ ابو اسحاق نے دیکھا پانچوں انگلیوں کے نشان موجود ہیں۔ پھر حضرت خواجہ نے امام اوزاعی کو بذریعہ خط سارا واقعہ لکھا انہوں نے تعجب کیا اور واپسی خط لکھا کہ اس شخص سے پوچھو کہ اس نے کبھی کسی کلمہ گو نمازی کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا دیکھا ہے جب اس کفن چور سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ میں نے بہت سارے مُردوں کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا دیکھا ہے۔ امام اوزاعی نے خط پڑھ کر تین بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا جن لوگوں کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کا ایمان پر خاتمہ نہیں ہوتا۔ (تفسیر روح البیان، سورۃ نحل، پارہ ۱۴)

﴿ واقعہ نمبر 2 ﴾

فقیر شرقپور شریف جامعہ میاں صاحب میں پڑھتا رہا، وہاں ایک بزرگ حاجی افضل الٰہی صاحب مرحوم مونگا جو کہ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہ کے ساتھ رہے انہوں نے واقعہ سنایا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار داتا گنج بخش قدس سرہ کے دربار میں جایا کرتے تھے کبھی تو تانگے پر سوار ہو جاتے اور کبھی پیدل ہی چل دیتے اور عموماً میں ساتھ ہوتا۔ ایک دن آدھی رات کو اُٹھے، تہجد کے نوافل ادا کئے اور فرمایا فضل الٰہی چلو داتا حضور چلیں اور پیدل ہی چل پڑے اثناء راہ آگے سے ایک بزرگ آئے اور وہ حضرت میاں صاحب کے ساتھ ہم کلام ہوئے تھوڑی دیر بعد وہ بزرگ لاہور کی طرف روانہ ہو گئے اور حضرت میاں صاحب شرقپور شریف کی طرف واپس چل پڑے تو میں نے عرض کیا کہ حضور آپ نے تو فرمایا تھا کہ لاہور داتا دربار حاضری دینا ہے لیکن آپ یہیں سے واپس چل پڑے تو حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، فضل الٰہی جنہوں ملنا سی اتھے ہی مل لیا تے اگے لین کی جانا اے، یعنی اے فضل الٰہی جن سے ملنا تھا یہیں پر مل لیا اب آگے کیا لینے جانا ہے۔ یہ واقعہ حضرت حاجی صاحب مرحوم کے صاحبزادے حاجی فضل احمد مونگا نے اپنی کتاب حدیث دلبراں کے صفحہ ۹۳ پر لکھا ہے جگہ کا اختلاف ہے نیز لکھا ہے آگے سے آنے والے بزرگ کے سر پر گول پگڑی تھی کمبل اوڑھے ہوئے تھے ان کی داڑھی سفید تھی اور چہرہ منور تقریباً بیس منٹ تک دونوں حضرات ایک دوسرے کے سامنے کھڑے رہے۔ (حدیث دلبراں، ص ۹۳)

واقعہ نمبر 3

یہی جناب حاجی فضل الٰہی صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب داتا دربار حاضری کیلئے روانہ ہوئے لاہور پہنچ کر حضور داتا گنج بخش قدس سرہ کے دربار حاضری دی حضرت میاں صاحب آگے کھڑے ہیں اور میں ان کے پیچھے کھڑا تھا جب حضرت میاں صاحب فاتحہ خوانی سے فارغ ہوئے تو آپ نے کہا، کُڈا اسارا داتا نے نکی جئی مسیت یعنی اتنا بڑا دربار ہے اور مسجد چھوٹی سی ہے۔ حاجی صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا اندر سے آواز آئی، میاں صاحب جدوں دل کرے گا وڈی کرلوانگے یعنی جب ہمارا دل چاہے گا ہم مسجد کو بڑی کرلیں گے۔ الحمدللہ یہ واقعہ اس وقت کا سنا ہوا ہے جب مسجد چھوٹی تھی اور اب داتا دربار کی مسجد کتنی بڑی ہوگئی ہے۔

تنبیہ...... مندرجہ بالا دونوں واقعات سن کر اونچی عقل والے کہیں گے دیکھو جی کیسی باتیں کرتے ہیں بھلا کبھی مُردے بھی بولتے ہیں اور کبھی مرنے کے بعد بھی کوئی قبر سے باہر آیا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ آپ بعد والے واقعہ ۴، ۵، ۶ اور ۷ پڑھ کر اپنے دل سے خود فیصلہ لیں کہ کوئی مرنے کے بعد زندوں کیساتھ گفتگو کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ کوئی بعد وصال اپنی قبر سے باہر آ سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ واقعہ نمبر 4 ﴾

جمال الاولیاء میں ہے کہ خواجہ محمد شناوی کو خواجہ احمد بدوی کے ساتھ بہت زیادہ عقیدت تھی اور ان سے نسبت تامہ حاصل تھی ان کے وصال کے بعد بارہا ان سے گفتگو کیا کرتے تھے اور وہ (شیخ احمد بدوی) قبر کے اندر سے جواب دیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ شعراوی فرماتے ہیں میں نے خود سنا ہے یہ (محمد شناوی) حضرت احمد بدوی سے باتیں کر رہے تھے اور وہ قبر کے اندر سے جواب دے رہے تھے۔ طبقات وسطی میں ہے کہ میں نے ایک مرتبہ خود سنا ہے کہ یہ (محمد شناوی) حضرت احمد بدوی سے کسی مصر کی ضرورت میں مشورہ کر رہے تھے اور شیخ احمد بدوی نے قبر کے اندر سے جواب دیا سفر کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔

(جمال الاولیاء، ص ۲۰۸۔ مصنفہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی)

﴿ واقعہ نمبر 5 ﴾

سیّدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نوجوان کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اے فلاں ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنی اس شخص کیلئے جو اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے دو جنتیں ہیں۔ نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میرے پروردگار نے جنت میں وہ دونوں عطا فرمادی ہیں۔ (جمال الاولیاء، ص ۲۹)

﴿ واقعہ نمبر 6 ﴾

حضرت شیخ محمد بن ابوبکر یمنی آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے جو امام یافعی علیہ الرحمۃ کی روایت ہے ایک شخص آپ کی خدمت میں رہنے کیلئے (مرید ہونے کیلئے) آیا تو ان (خواجہ یمنی) کی وفات ہو چکی تھی آپ قبر سے نکلے اور بیعت کر لیا۔ (جمال الاولیاء، ص ۱۰۶)

﴿ واقعہ نمبر 7 ﴾

مولانا اشرف علی تھانوی کے جد امجد (پردادا) صاحب کا واقعہ السوانح میں لکھا ہے کہ وہ کسی بارات کے ساتھ جا رہے تھے ڈاکوؤں نے آکر بارات پر حملہ کر دیا تو وہ شہید ہو گئے۔ شروع میں بہت عرصہ تک ان کا عرس بھی ہوتا رہا شہادت کے بعد عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اسی طرح روز آیا کرینگے لیکن ان کے گھر والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں اسلئے ظاہر کر دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔ (اشرف السوانح، ص ۱۱۰۔ کتب خانہ اشرفیہ زیر جامع مسجد دہلی)

مسلمان بھائیو! ذرا غور کرو کہ اگر خواجہ احمد بدوی علیہ الرحمۃ قبر کے اندر سے گفتگو کر سکتے ہیں اور نوجوان سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قبر کے اندر سے جواب دے سکتا ہے، سرکار داتا گنج بخش قدس سرہ حضرت شیر ربانی علیہ الرحمۃ سے کیوں گفتگو نہیں کر سکتے اور اگر خواجہ محمد بن ابوبکر یمنی قبر سے باہر آکر بیعت کر سکتے ہیں، مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے پردادا گھر والی کو آکر مٹھائی دے سکتے ہیں تو امام الاولیاء داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ باہر آکر یوں شیر ربانی علیہ الرحمۃ سے گفتگو نہیں کر سکتے مگر میں نہ مانو کا علاج نہیں ہے۔ نیز یہ وہی انعام خداوندی ہے کہ جو مومن نیک عمل کرے وہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔

﴿ واقعه نمبر 8 ﴾

حضرت خواجہ سیّد محمد اسماعیل شاہ صاحب کرمانوالے علیہ الرحمۃ نے بیان کیا کہ ایک دن ماموں کانجن کے علاقہ اوڈانوالہ سے مولوی محمد عبداللہ اہل حدیث شرقپور شریف حاضر ہوئے وہاں اتباع سنت دیکھ کر بہت خوش ہوئے مگر جب مولوی عبداللہ نے دیکھا کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی بیٹھک پر لکھا ہوا ہے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأ للہ تو وہ مولوی عبداللہ بہت خفا ہوا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ اعلیٰ حضرت شیر ربانی قدس سرہ نے تحمل سے کام لیا پھر جب اس مولوی کو رُخصت کرنے لگے تو چند قدم ان کیساتھ آگے گئے اور اسکے پاس کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للہ تو وہ اہل حدیث مولوی کیا دیکھتا ہے کہ ایک بزرگ صورت انسان فوراً ظاہر ہوئے کہ ان کے جلال کی تاب مولوی عبداللہ صاحب نہ لاسکے آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ اعلیٰ حضرت سرکار میاں صاحب شرقپوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا مولوی جی یہی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ ہیں جنہیں ہم پکارتے ہیں دیکھو یہ ہماری آواز پر ہماری مدد کیلئے پہنچ گئے ہیں یہ مُردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں جنہیں ہم پکارتے ہیں۔ مولوی صاحب اپنے عقیدہ باطلہ پر نادم ہوئے۔ (خزینۂ کرم، ص ۱۷۰)

سامعین حضرات! غور فرمائیں کہ اگر سیّدنا غوثِ اعظم جیلانی قدس سرہ زندہ نہیں تو وہ کون تھا جو مولوی عبداللہ غیر مقلد کے سامنے جلوہ گر ہو گئے تھے نیز یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے وَلی حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ فرما رہے ہیں، یہ مُردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں اور ساتھ ہی یہ ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کو مردہ جاننا یہ باطل عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے عقائد ونظریات پر قائم رکھے کیونکہ یہی حضرات منعم علیہم ہیں۔

﴿ واقعه نمبر 9 ﴾

بھارت اور پاکستان کے درمیان 1965ء میں جنگ ہوئی اور وہ جنگ سترہ دن رہی۔ اسی دوران قصور شریف سے ایک صوفی صاحب دربار داتا گنج بخش قدس سرہ پر حاضر ہوئے اور ان کا بیان ہے کہ میں جب بھی داتا حضور کے دربار حاضر ہوتا ہوں میں داتا حضور سے مل کر جایا کرتا ہوں لیکن جب میں جنگ کے دوران حاضر ہوا تو دیکھا کہ سرکار داتا گنج بخش قدس سرہ اپنے مزار شریف میں نہیں ہیں۔ میں تین دن وہاں رہا تیسرے دن دیکھا تو حضور داتا گنج بخش قدس سرہ موجود ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور میں تین دن سے حاضر ہوں مگر آپ موجود نہیں تھے۔ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ تو سرکار داتا گنج بخش قدس سرہ نے فرمایا میری ڈیوٹی کھیم کرن کے محاذ پر لگی تھی میں وہاں گیا ہوا تھا۔ یہ بیان بعض اخبارات میں شائع ہوا تھا۔

واقعہ نمبر 10

1965ء کی جنگ کے دوران راولپنڈی کے ایک اخبار میں پڑھا کہ جب چونڈہ ضلع سیالکوٹ میں جنگ زوروں پر تھی اس علاقہ میں ایک گھسیارہ گھاس کھود رہا تھا اس نے دیکھا کہ دو نوجوان جن کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا گھوڑوں پر سوار گزرے۔ پھر جب کہ اس نے گھاس کا گٹھا تیار کرلیا تو دیکھا ایک اور حسین وجمیل بزرگ گھوڑے پر سوار جارہے ہیں۔ گھسیارے نے عرض کیا حضور یہ گھاس کا گٹھا اُٹھوا دیجئے۔ آپ نے گٹھا کو اشارہ کیا تو وہ گٹھا گھسیارے کے سر پر آگیا۔ وہ حیران ہوکر پوچھتا ہے جناب آپ کون ہیں؟ فرمایا میرا نام علی ہے۔ گھسیارے نے پوچھا جو پہلے گزر گئے ہیں وہ کون تھے؟ فرمایا وہ میرے دونوں شہزادے حسن وحسین تھے۔ ہم چونڈہ کے محاذ پر آئے تھے۔

واقعہ نمبر 11

حضرت شیخ ابوالفضل اور امام شعرانی علیہ الرحمۃ کے آپس میں دوستانہ تعلقات تھے۔ حضرت شیخ ابوالفضل علیہ الرحمۃ نے کئی حج کئے تھے اور جب آخری بار حج پر جانے لگے تو امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے عرض کیا جناب اس حالت میں آپ سفر حج پر کیوں روانہ ہورہے ہیں یہ سن کر شیخ ابوالفضل نے فرمایا کہ میرے جسم پر میدان بدر کی مٹی لگی ہوئی ہے اس لئے میں جارہا ہوں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب آپ بدر کے قریب پہنچے تو بیمار ہوگئے اور وہیں ان کا وصال ہوگیا اور وہیں دفن کردیئے گئے۔ سن ۹۴۲ھ کا واقعہ ہے۔ پھر پانچ سال بعد حضرت امام شعرانی علیہ الرحمۃ ۹۴۷ھ میں حج کیلئے روانہ ہوئے۔ فرمایا جب میں بدر پہنچا تو میں نے آواز دی اے خواجہ ابوالفضل خدارا مجھے اپنی قبر کے بارے میں فرمایئے کہ کون سی قبر ہے؟ اچانک آپ کی قبر مبارک سے آواز آئی میں یہاں ہوں یہ میری قبر ہے تو میں نے آپ کی قبر مبارک کو پہچان لیا۔ (طبقات کبریٰ، ج ۲ ص ۱۷۴)

واقعہ نمبر 12

حضرت توکل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا، ایک درویش عشرہ محرم میں ہمیشہ سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پاک کیلئے ختم لایا کرتا تھا۔ مدت تک وہ اسی طرح کرتا رہا۔ ایک دن وہ درویش کہیں سفر پر جارہا تھا اتفاقاً راستہ بھول گیا جنگل بیابان ہے وہ حیران وپریشان پھر رہا تھا کہ دُور سے سواروں کے ایک قافلہ پر نظر پڑی اور وہ آتے آتے بہت قریب آگئے اور اس قافلہ والوں میں سے ایک بزرگ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دُور راستہ پر لے جاکر کھڑا کردیا اور فرمایا یہ راستہ ہے اس پر چلا جا۔ اس درویش نے عرض کیا آپ کون ہیں؟ فرمایا تو ہمیں نہیں پہچانتا ہم تو تجھے پہچانتے ہیں ہم وہی ہیں جن کیلئے تو محرم کے دنوں میں فاتحہ (ختم) دلایا کرتا ہے اور شربت وغیرہ پلایا کرتا ہے وہ سب ہمارے پاس پہنچ جاتا ہے۔ میں امام حسین ہوں اور یہ قافلہ شہداء کربلا کا قافلہ ہے۔ (ذکر خیر، ص ۲۱۳)

نوٹ...... اگر سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ختم دلانے والوں کی دنیا میں مدد کرسکتے ہیں تو ان شاءَ اللہ عزوجل قیامت کے دن بھی مدد فرمائیں گے۔ (ابوسعید غفرلہٗ)

﴿ واقعه نمبر 13 ﴾

ایک شخص ملک شام میں سکونت پذیر تھا اور اس کا بیٹا اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوگیا۔ کچھ عرصہ گزرا تو وہ بیٹا والدین کے گھر گھوڑے پر سوار پہنچ گیا۔ باپ نے دیکھا تو بیوی سے کہا یہ تیرا بیٹا آ گیا ہے۔ اس نے کہا وہ تو شہید ہو چکا ہے تجھے شیطانی وسوسہ ہوا ہے۔ پھر وہ لڑکا ان کے قریب پہنچ گیا تو پھر باپ نے بیوی سے کہا یہ تیرا بیٹا آ گیا ہے۔ ماں نے دیکھا تو ملاقات ہوئی پھر باپ نے پوچھا بیٹا تو شہید ہو چکا ہے یہاں کیسے آ گیا؟ عرض کیا بیشک میں شہید ہوگیا ہوں لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا ہے اور شہیدوں نے اپنے ربّ کریم جل جلالہ سے اجازت طلب کی ہے کہ ہم حضرت کے جنازہ پر حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ شہداء کو اجازت مل گئی تو میں بھی انکے جنازے پر شریک ہوا پھر میں نے اجازت طلب کی کہ میں اپنے والدین سے ملاقات کروں تو میں آپ کی زیارت کیلئے آیا ہوں۔ پھر وہ دعا کر کے واپس چلا گیا۔ (شرح الصدور، ص ۹۳)

تنبیہ...... اگر شہید زندہ ہیں اور بے شک یہ نص قرآنی سے ثابت ہے تو صدیق جن کا درجہ شہید سے اونچا ہے جیسے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے تو صدیقین کیوں زندہ نہیں ہیں۔ الحمدللہ وہ زندہ ہیں جیسے کہ آپ مندرجہ بالا واقعات سن چکے ہیں۔

﴿ واقعه نمبر 14 ﴾

حضرت ابوقلابہ علیہ الرحمۃ نے بیان کیا کہ میں ملک شام سے بصرہ کی طرف آ رہا تھا۔ میں ایک جگہ اُترا، اور وہاں وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر میں نے ایک قبر پر سر رکھا اور سو گیا **ثم انتبهت فاذا صاحب القبر يشكى** یعنی جب میں جاگا تو قبر والے نے شکایت کی کہ تو نے مجھے رات بھر تکلیف دی ہے (کہ میرے اوپر سر رکھ کر سویا رہا) پھر قبر والے نے کہا تم (زندہ لوگ) عمل کر سکتے ہو مگر ثواب کی مقدار نہیں جانتے اور ہم جان گئے ہیں لیکن اب عمل نہیں کر سکتے۔ پھر صاحب نے فرمایا سنو یہ دو رکعت جو آپ نے پڑھی ہے ہمارے نزدیک یہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ زندوں کو جزائے خیر عطا فرمائے میرا ان کو سلام کہو کیونکہ ان کی دعا سے ہمارے اوپر پہاڑوں جتنا نور داخل ہوتا ہے۔ (کتاب الروح لابن قیم، ص ۱۰)

﴿ واقعہ نمبر 15 ﴾

حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم رحمہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک دن میں سیر کرتا ہوا ایک نہایت خوبصورت مقبرہ میں گیا وہاں میں نے قرآن مجید کی چند سورتیں تلاوت کیں۔ ایک صاحبِ قبر مجھ سے باتیں کرنے لگا اس نے کہا عرصہ ہوا قرآن پاک نہیں سنا اور میں قرآن پاک سننے کا بڑا شائق ہوں اگر کچھ تلاوت کریں تو بڑا احسان ہوگا۔ میں نے کچھ اور پڑھا، جب میں خاموش ہوا، اس نے پھر درخواست کی تیسری بار پھر پڑھا۔ پھر وہ مخدومی برادر گرامی جو پاس ہی سو رہے تھے ان کو خواب میں ظاہر ہوا، اور کہا میں انہیں بار بار تلاوت کیلئے کہا ہے انہوں نے قبول کیا اب مجھے انہیں کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور میرا شوق باقی ہے آپ ان سے کہیں کہ کچھ زیادہ پڑھیں۔ وہ بیدار ہوئے اور مجھ سے کہا، میں نے زیادہ پڑھا یہاں تک کہ میں نے اس قبر والے کو بہت خوش پایا اور اس نے کہا جزاك الله عني خير الجزاء۔ (انفاس العارفین مترجم، ص۸۱)

﴿ واقعہ نمبر 16 ﴾

یہی حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں اکبرآباد میں مرزا محمد زاہد کے درس سے واپسی کے دوران راستہ میں ایک لمبے کوچے سے گزر رہا تھا اس وقت شیخ سعدی کے اشعار پڑھ رہا تھا چوتھا مصرع میرے ذہن سے نکل گیا اس وجہ سے میرے دل میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہوگیا۔ اچانک ایک فقیر منش، دراز زُلف، ملیح چہرہ، پیر مرد ظاہر ہوا، اور کہا وہ مصرع یوں ہے علم کہ راہ حق ننماید جہالت است میں نے کہا جزاک اللہ آپ نے میرے دل سے بے چینی دُور کر دی ہے۔ پھر میں نے ان کی خدمت میں پان پیش کیا وہ مسکرائے اور فرمایا کیا یہ یاد دِلانے کی اُجرت ہے۔ میں نے کہا نہیں جناب، بلکہ یہ شکرانہ ہے فرمایا میں نہیں کھاتا۔ پھر فرمایا مجھے جلدی جانا ہے، میں نے کہا میں جلدی چلوں گا۔ فرمایا میں بہت جلدی جانا چاہتا ہوں اور قدم اُٹھا کر کوچے کے آخر میں رکھا۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ روح مجسم ہے۔ میں پکار اُٹھا کہ مجھے اپنے نام سے تو آگاہ کیجئے تا کہ میں فاتحہ پڑھ سکوں۔ تو فرمایا "ہمیں سعدی است" یعنی میں ہی سعدی ہوں۔ (انفاس العارفین مترجم، ص۸۰)

﴿ واقعہ نمبر 17 ﴾

دہلی کے بڑے پیر حضرت شاہ ابوالحسن فاروقی نے تحریر فرمایا کہ میرے والد ماجد حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ دوسرے سال بھی حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے مزار پرانوار پر تشریف لے گئے اور وہ بھی عرس شریف کی رات، اس مرتبہ رام پور کے مولوی سردار احمد وکیل مجددی ساتھ تھے۔ غالباً رات کے دس بجے آپ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ آپ نے حسب معمول سلام مسنون بر ائے اموات پیش کیا اور پھر عند القبر دوزانوں باادب بیٹھ گئے تاکہ سورۂ یٰسین یا سورۂ ملک تلاوت فرمائیں۔ لیکن آپ نے تلاوت شروع نہیں کی تھی کہ گھبرا کر اُٹھے اور فرمایا چلو بچو چلو بچو اور بگھی میں بیٹھ کر گھر کو روانہ ہوئے۔ آپ نہایت رنجیدہ نظر آرہے تھے اور بالکل خاموش تھے۔ البتہ آپ نے مولوی سردار احمد کا نام لے کر یہ بات بگھی میں بیٹھتے وقت فرمائی تھی کیا بات ہے آج حضرت کا مزار ہمیں فیوض و برکات سے خالی نظر آتا ہے ہم سے تو کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، اور جب آپ کی بگھی پرانے قلعہ کے پاس مٹکے شاہ کے مزار کے پاس پہنچی تو آپ ایک دم بلند آواز سے بولے دیکھو! دیکھو! حضرت یہاں کھڑے ہوں اور فرمارہے ہیں تم ہمارے مزار پر گئے اور ہم لوگوں کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے یہاں آگئے ہیں۔

(مقامات خیر، ص ۳۱۸)

سوال ...... اگر یہ مان لیا جائے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں لیکن ان سے کیا حاصل ہوتا ہے یہ کیا دے سکتے ہیں؟

جواب ...... یہ حضرات بعد وصال لنحیینه حیاة طیبة کے مطابق وہ کچھ باذن اللہ دیتے ہیں جس کا تذکرہ اخبار امروز ۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء پر شائع ہوا جو مندرجہ ذیل ہے۔

سہارنپور، یکم اپریل ۱۹۸۱ء حضرت مخدوم سیّد علاء الدین احمد صابر کلیری کی درگاہ شریف میں شدید سردی کے باعث انتقال کر جانے والی کمسن بچی کے زندہ ہو جانے کا حیرت ناک واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ بتایا گیا ہے کہ بھارتی صوبہ اتر پردیش کے ضلع سہارنپور میں کلیر شریف کے مقام پر حضرت مخدوم صابر کلیری کی درگاہ شریف کی زیارت کیلئے پاکپتن پاکستان سے دو خواتین پہنچیں۔ ان کے ساتھ ایک کم سن بچی تھی، شدید سردی کے باعث بچی کا جسم سرد ہو گیا اور مغرب سے قبل ہی وہ انتقال کر گئی۔ ان دونوں عقیدت مند خواتین نے ایک مقامی معالج ڈاکٹر غلام صابر سے رابطہ قائم کیا، جنہوں نے معائنہ کے بعد بتایا کہ بچی مر چکی ہے۔ اس کے بعد دونوں خواتین نے اس بچی کی نعش کو درگاہ شریف کی چوکھٹ پر رکھ دیا اور زار و قطار رونے لگیں۔ نمازِ عشاء کے بعد درگاہ شریف کی مسجد میں آئے ہوئے نمازیوں نے ان کی اس آہ و بکاہ کی خبر دریافت کی، لیکن وہ ان کے سوالات کا جوابات دینے کی بجائے صاحبِ مزار حضرت مخدوم صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگیں کہ ہم آپ کے پیر و مرشد حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمۃ کی آرام گاہ پاک پتن سے آپ کی زیارت کی خاطر آئی ہیں۔ فوت شدہ بچی کی ماں کہہ رہی تھی کہ لوگ تو گود بھرنے کیلئے آپ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں، میری گود کیسے اُجڑ گئی؟ کیونکہ آپ کے دادا حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو بارہ سال کی ڈوبی ہوئی کشتی کو سطح آب پر اُبھارا تھا اور آپ کے جدامجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے ڈوبا ہوا سورج طلوع ہوا تھا۔ پھر میں کیسے آپ کی بارگاہ میں اُجڑ گئی؟ اور کیسے آپ کی بارگاہ سے خالی ہاتھ واپس چلی جاؤں؟ غمزدہ ماں اسطرح فریاد کناں تھی کہ کچھ دیر بعد بے جان بچی نے ہچکی لی اور زندگی کے آثار اسکے چہرے اور جسم پر نمایاں ہونے لگے اور تھوڑی دیر بعد وہ ایسی زندہ ہو گئی جیسے موت کے ظالم ہاتھ نے اسے چھوا تک نہ تھا۔ صاحبِ مزار کی اس کرامت کے شاہد لاتعداد افراد تھے جن میں وقف بورڈ کا عملہ، مقامی ڈاکٹر غلام صابر اور مقبول احمد خان پیش امام درگاہ شریف شامل ہیں۔

(روزنامہ امروز ۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء بروز جمعرات)

﴿ واقعہ نمبر 18 ﴾

ملک حسن علی بی اے علیگ مصنف حیات جاوید اور ذکر محبوب نے بیان کیا کہ میری والدہ بہت ضعیف تھیں اور کافی عرصہ سے علیل تھیں۔ میں دن رات اپنی والدہ کے پاس ہی رہتا تھا۔ ملک حسن علی کا بیان ہے کہ میں رات کو نیند کے غلبہ کی وجہ سے اونگھ رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ جناب حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ (بعد وصال) تشریف لائے ہیں اور آپ نے پوچھا حسن علی تمہاری والدہ کی طبیعت اب کیسی ہے؟ خیر و عافیت پوچھنے کے بعد آپ واپس جانے لگے تو میں (ملک حسن علی) نے کہا حضور تھوڑی دیر تشریف رکھیں۔ آپ نے جواب دیا مجھے بہت جلدی ہے میں نے چونڈہ ضلع سیالکوٹ پہنچنا ہے جہاں پاکستان اور بھارت کے درمیان تاریخ کی بہت بڑی اور خوفناک ٹینکوں کی جنگ ہو رہی ہے۔ ملک حسن علی کا کہنا ہے میں نے عرض کیا حضور یہاں نزدیک لاہور کے باڈر واہگہ پر بھی تو جنگ ہو رہی ہے۔ حضرت صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا، لاہور کے محاذ کو حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ خود کمان کر رہے ہیں اور میری ڈیوٹی چونڈہ کے محاذ پر لگی ہے۔

سبحان اللہ! اتنی بڑی خوفناک جنگ کو کوئی حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہادر شیر ہی کنٹرول کرنے کا اہل ہو سکتا ہے۔ یہ بات ملک حسن علی صاحب نے شرقپور شریف کے ٹاؤن کمیٹی کے دفتر میں بیٹھے ہوئے کونسلروں کے سامنے کی، ان کونسلروں میں شرقپور کی مخلص ترین اور معزز شخصیت میاں محمد صدیق مونگہ مرحوم بھی شامل تھے۔ (حدیث دلبراں، ص ۳۳۳۔ میاں فضل احمد مونگہ)

﴿ مسئلہ واقعات مثبت نہیں لیکن موئیدات میں سے ضرور ہوتے ہیں یعنی واقعات سے حکم ثابت نہیں ہو سکتا لیکن واقعات سے حکم کی تائید بلا ریب ہوتی ہے۔ ان مذکورہ بالا واقعات سے حکم الٰہی لنحیینہ حیاۃ طیبۃ کی تائید ضرور ہوئی ہے نیز سب واقعات میں قدر مشترک روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں اور باذن اللہ تصرف کرتے ہیں۔

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ کفن چور کو طمانچہ مار کر سچی توبہ کرا کے راہِ راست پر کون لایا؟ کیا مٹی کے ڈھیر نے طمانچہ مارا تھا؟ پھر شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ سے راستے میں کس نے ملاقات کی تھی؟ اور خواجہ شناوی علیہ الرحمۃ کس سے گفتگو کرتے تھے؟ اور قبر کے اندر سے کون جواب دیتا تھا؟ پھر آنے والے کو قبر سے نکل کر کس نے بیعت کر لیا تھا؟ نیز شیر ربانی علیہ الرحمۃ کے یا شیخ عبد القادر پکارنے پر مولوی عبد اللہ کے سامنے کون تھا؟ اور قطب زمان امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز پر بدر کے میدان میں کس نے آواز دی تھی؟ کہ میری قبر یہ ہے، اور بھولے بھٹکے کو کون راہِ راست پر کھڑا کر گیا تھا؟ اور گھر والوں کو مٹھائی لا کر کون دے جاتا تھا؟ کیا وہ مٹی کے ڈھیر تھے مگر میں نہ مانوں کا کوئی علاج نہیں۔

ایک لطیفہ

سیّدی محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ والے وصال کے بعد بہت کچھ بھیجتے ہیں وہ بھی سچے ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کچھ نہیں دے سکتے وہ بھی سچے ہیں۔ عرض کیا گیا حضور دونوں کیسے سچے ہوگئے؟ تو فرمایا اس کی مثال یوں ہے کہ دو دوست لائل پور سے کسی دوسرے ملک گئے وہاں جا کر ایک دوست نے ڈگریاں حاصل کیں اور وہ حکومت کا وفادار رہا، ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد حکومت نے اسے کسی اعلیٰ پوسٹ پر فائز کر دیا، اس نے خوب کمائی کی، پھر کوئی آدمی لائل پور سے اس ملک گیا اور اس وفادار افسر سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ جواباً کہا کہ میں ملک پاکستان کے شہر لائل پور سے آیا ہوں، اس افسر نے کہا کہ لائل پور کے فلاں محلّہ میں میرے بچے رہتے ہیں، یہ تحفے ان کیلئے لے جاؤ، جب ان بچوں کو وہ تحائف ملے تو وہ بہت خوش ہوئے اور بچے بولے **جو دوسرے ملک جاتے ہیں بہت کچھ بھیجتے ہیں**۔ اور دوسرا دوست اس نے وہاں جا کر حکومت کے ساتھ بغاوت شروع کر دی، حکومت نے اسے پکڑ کر جیل میں ڈال دیا، نہ وہ کچھ کما سکتا ہے اور نہ اس کے پاس کچھ ہے اس نے اپنے بچوں کیلئے کیا بھیجنا ہے۔ اس کے بچے اگر کہیں کہ **جو دوسرے ملک جاتے ہیں وہ کچھ نہیں دے سکتے**، تو کیا وہ سچے نہیں؟ وہ بالکل سچ کہتے ہیں۔ یوں ہی ہمارے اکابر دنیا میں آئے حکومتِ الٰہیہ کے ساتھ وفاداری رکھی اور ڈگریاں حاصل کرتے رہے، کوئی غوث اعظم بن گیا، تو کوئی داتا گنج بخش، کوئی غریب نواز بن گیا، تو کوئی گنج شکر (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) وہ اونچے اونچے عہدوں پر فائز رہے، بعد وصال وہ اپنی معنوی اولاد کیلئے بہت کچھ بھیجتے ہیں، تو ان کے ماننے والے اگر کہیں کہ یہ حضرات بہت کچھ بھیجتے ہیں تو کیا وہ سچے نہیں؟ اور کچھ دوسرے لوگ دنیا میں آئے اور حکومتِ الٰہیہ کے ساتھ بغاوت شروع کر دی اور مرنے کے بعد حکومتِ الٰہیہ کے اہلکاروں (فرشتوں) نے انہیں پکڑ کر جیل میں ڈال دیا، انہوں نے کوئی ڈگری حاصل نہیں کی، نہ کوئی غوث بنا، نہ کوئی داتا گنج بخش بنا، نہ کوئی غریب نواز بنا، نہ کوئی گنج شکر بنا، ان کے پاس ہے ہی کچھ نہیں تو وہ پچھلوں کو کیا بھیجیں گے؟ تو ان کے ماننے والے اگر کہیں کہ ہمارے اکابر کچھ دے ہی نہیں سکتے تو وہ سچ ہی تو کہتے ہیں۔ لہٰذا ہم بھی سچے اور وہ بھی سچے۔

فقیر ابوسعید غفرلہٗ کہتا ہے جیسا کہ کتاب الروح لابن قیم میں ہے:

ان الارواح قسمان ارواح معذبة و ارواح منعمة فالمعذبة في شغل بما هي فيه من العذاب عن التزاور و التلاقي و الارواح المنعمة المرسلة غير المحبوسة تتلاقى و تتزاور تزاكر ما كان منها فى الدنيا (کتاب الروح، ص ۲۳) یعنی روحیں دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم وہ روحیں جو عذاب میں مبتلا ہیں، دوسری قسم وہ روحیں جو انعام و اکرام میں ہیں۔ لہٰذا وہ روحیں جو عذاب میں گرفتار ہیں وہ عذاب کے شغل میں مبتلا ہیں وہ زیارت اور ملاقات سے معذور ہیں، لیکن جو روحیں انعام و اکرام میں ہیں وہ قید میں نہیں ہیں وہ آزاد ہیں ان سے ملاقات اور ان کی زیارت سے مذاکرات جو دنیا میں کیے جاتے تھے کیے جا سکتے ہیں۔

سوال ...... یہ تو روحیں ہیں جو متشکل ہو کر آتی ہیں نہ یہ کہ مرنے والوں کے خاکی جسم ہیں۔

جواب ...... ہم نے کب کہا ہے کہ یہ حضرات اپنے عنصری (خاکی) اجسام کے ساتھ باہر آتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں بلکہ یہ روحانی جسم کے ساتھ آتے جاتے، سنتے بولتے اور مدد کرتے ہیں نیز یہ کہ فیض بھی روح سے ہی حاصل کیا جاتا ہے نہ کہ جسم خاکی سے لہٰذا اگر آپ نے تسلیم کر لیا کہ اولیاء اللہ کی روحیں متشکل ہو کر آتی ہیں اور امداد کرتی ہیں، فیض پہنچاتی ہیں تو جھگڑا ختم۔ پھر عوام الناس کو ان کے مزاراتِ مقدسہ پر حاضری دینے اور فیض حاصل کرنے سے کیوں روکا جاتا ہے؟

اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ عطا کرے۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ سیّد المرسلین
وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

ابوسعید محمد امین غفرلہٗ